Regd No. L. 5254

(رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ
عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

الفضل

روزنامہ — ربوہ — خطبہ نمبر ۴۳ — فی پرچہ ۱۰

یوم شنبہ — ۵ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ

جلد ۴۴/۹ — ۲۲ اخاء ۱۳۳۴ھش — ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۵ء — نمبر ۲۴۷

اعلان

— از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ —

امیر کراچی اور جماعت کراچی کو اطلاع ہو کہ ان کے ذکر کرنے پر کہ میں نے کہا تھا۔ کہ فوراً المصلح کے ذمہ دار عہدہ دار اور خدام الاحمدیہ کے نگران المصلح میرے پاس پہنچیں۔ تا اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کروں۔ مگر باوجود اسکے کہ راستے کھل چکے ہیں۔ اور کئی آدمی اس طرف کے یہاں آچکے ہیں اور مجھے مل چکے ہیں۔ خطوط باقاعدہ مل رہے ہیں۔ اب تک یہ لوگ نہیں پہونچے حالانکہ میں نے کئی یاد دہانیاں یہاں سے کروائیں۔ یہ نہایت افسوسناک حالت ہے اور سخت بد انتظامی پر دلالت کرتی ہے۔ اب اس اعلان کو پڑھ کر خدام الاحمدیہ کراچی بھی اور جماعت احمدیہ کراچی اور امیر جماعت احمدیہ کراچی توجہ کریں۔ اور ذمہ دار لوگوں کو توجہ دلائیں۔ تاکہ یہ امر لٹکتا نہ جائے اور خواہ مخواہ المصلح کا ناواجب بوجھ جماعت پر بڑھتا نہ جائے۔

مرزا محمود احمد

خطبہ جمعہ ۴۳

اسلام کے غلبہ کی یہی صورت ہے کہ ہم میں نسلاً بعد نسلٍ ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں جو اسلام کی اشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کریں

صحابہؓ میں ملنا تمہارے لئے مشکل نہیں۔ خدا نے تمہارے اندر وہ قابلیت رکھ دی ہے کہ جس سے اگر تم کام لو تو تم صحابہؓ میں شامل ہو سکتے ہو

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۳ ستمبر ۱۹۵۵ء — بمقام کراچی

یہ خطبہ صیغہ زود نویسی اپنی ذمہ واری پر شائع کر رہا ہے۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس پر نظر ثانی نہیں فرما سکے۔ خاکسار محمد یعقوب مولوی فاضل

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کے بعد حضور نے قرآن کریم کی اس آیت کی تلاوت فرمائی کہ والذین اٰمنوا من بعد وھاجروا وجاھدوا معکم فاولٰئک منکم (انفال ع ۱۰) اس کے بعد فرمایا سلسلہ احمدیہ کو قائم ہوئے آج

چھیاسٹھ سال

ہوتے ہیں۔ اور اس کی بنیاد پڑے۔ اس سے بھی سات آٹھ سال زیادہ ہو چکے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وفات پائے بھی ۴۶ سال ہو گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس عرصہ میں ایمان لانے والے احمدیوں کی اکثریت کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کا موقعہ نہیں مل سکتا تھا۔ کیونکہ وہ اس وقت تک پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ یا اتنے چھوٹے تھے کہ دریا اس کے کہ ان کے ماں باپ احمدی ہوں۔ ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں لے جانے والا اور کوئی نہیں تھا۔ مگر

صحابہؓ کے حالات

پڑھ کر اور صحابہؓ کی قربانیوں اور ان کے درجات کا ذکر سنکر ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے۔ کہ کاش میں بھی صحابی ہوتا۔ اور میں بھی ان برکات سے حصہ لینے والا ہوتا۔ جن سے صحابہؓ نے حصہ لیا۔ پھر اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو لو۔ تو آپ کی وفات پر تو اب ایک ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔

شمسی لحاظ سے

آپ کی ہجرت پر ۱۳۳۴ اور آپ کی وفات پر ۱۳۲۴ سال گزر چکے ہیں۔ پس آپ کے صحابہؓ میں سے ہونے کا کسی شخص کے لئے کوئی امکان ہی نہیں۔ کیونکہ ۱۳۳۴ سال دنیا میں کسی انسان کی عمر نہیں ہو سکتی۔ صرف ایک مثال حضرت مسیح ناصری کی پائی جاتی تھی۔ جنکو لوگوں نے آسمان پر زندہ بٹھا رکھا تھا۔ اور اگر آج وہ آسمان سے اتر آتے تو ان کی عمر ۱۹۸۸ سال ہوتی۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی بھی وفات ثابت کر دی۔ اور اس طرح ان کے واپس آنے کا دروازہ آپ نے بند کر دیا۔ گویا

صرف ایک مثال

اتنی بڑی عمر کی پائی جاتی تھی بوجہ کبھی غلط ہو گئی۔ یوں لوگوں نے بعض اور انبیاءؑ کی بھی بڑی عمریں بتائی ہیں۔ اور اس بارہ میں انہوں نے قرآن کریم کی بعض آیتوں سے بھی استدلال کیا ہے۔ جو صحیح نہیں مثلاً کہتے ہیں۔ کہ حضرت نوحؑ کی ایک ہزار سال عمر تھی۔ اسی طرح خواجہ خضر کے متعلق مشہور ہے کہ وہ اب تک زندہ ہیں۔ اور پانیوں پر ان کی حکومت ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ صرف قصے ہی ہیں۔ گو ایمان کے ساتھ ملکر بعض دفعہ ایسے قصے بھی زندہ ہو جاتے ہیں:

مجھے یاد ہے قادیان میں جلسہ سالانہ کے بعد میں ہمیشہ سیر کے لئے دریا پر چلا جایا کرتا تھا۔ جس کے نتیجہ میں قریباً سارا سال میری صحت اچھی رہتی تو ربوہ میں

صحت کی خرابی کی بڑی وجہ

یہی ہوئی کہ یہاں کوئی جگہ ایسی نہیں تھی۔ جہاں میں تبدیلی آب وہوا کے لئے جا سکتا عجیب بات ہے کہ اس بیماری سے صرف چند دن پہلے ایک زمیندار دوست نے مجھے ایک خط لکھا جسے پڑھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ کہ اس نے کتنی سچی بات لکھی ہے۔ اس نے لکھا کہ قادیان میں جلسہ سالانہ کے بعد آپ ہمیشہ دریا پر چلے جایا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ کی صحت اچھی رہتی مگر اب آپ کبھی باہر نہیں گئے۔ اور میں ہر سال دیکھتا ہوں کہ آپ کی صحت جلسہ سالانہ کے بعد ہی بگڑتی ہے۔ اس کا آپ کو فکر کرنا چاہیئے۔ اس خط کے

چند دن بعد ہی

مجھ پر فالج کا حملہ ہو گیا اور مجھے یہ خیال آیا کہ یہ بات ایک ان پڑھ کو سوجھی مگر ڈاکٹروں کو نہ سوجھی اگر ڈاکٹر میری صحت کی بحالی کے لئے تبدیلی آب و ہوا پر اصرار کرتے۔ تو شاید اس مرض کا حملہ نہ ہوتا۔ بہر حال میں نے بتایا ہے کہ ایمان کے ساتھ ملکر ایسے قصے بھی بعض دفعہ زندہ ہو جایا کرتے ہیں۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ میں دریا پر گیا۔ بھائی عبد الرحیم صاحب قادیانی جو بچپن میں میرے استاد رہے ہیں۔ اور کچھ اور دوست میرے ساتھ کشتی میں سوار تھے۔ ناصر احمد بھی میرے ساتھ تھا۔ جب ہم کشتی میں بیٹھے۔

حضور ایدہ اللہ کی صحت:۔ حضور کی صحت کے متعلق آج صبح کی اطلاع مظہر ہے "نسبتاً افاقہ ہے ویسے عام صحت روز جیسی ہی ہے"۔ احباب حضور کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا فرمائیں۔

دریا کی سیر

کر رہے تھے تو ناصر احمد نے اپنے بچپن کے لحاظ سے کہا کہ ابا جان اگر اس وقت ہمارے پاس مچھلی بھی ہوتی تو بڑا مزا آتا۔ میں نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ پانیوں میں خواجہ خضر کی حکومت ہے۔ اگر خواجہ خضر کوئی مچھلی ہماری طرف پھینک دیں تو تمہاری یہ خواہش پوری ہو سکتی ہے۔ جب میں نے یہ فقرہ کہا تو بھائی جی جھنجھلا کر کہنے لگے کہ آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ اس سے بچے کی عقل ماری جائے گی۔ میں نے کہا ہمارے خدا میں تو سب طاقتیں ہیں۔ وہ چاہے تو ابھی مچھلی بھجوا دے۔ میں نے یہ بات ابھی ختم ہی کی تھی۔ کہ یکدم پانی کی ایک لہر اٹھی۔ اور ایک بڑی سی مچھلی کود کر ہماری کشتی میں آ گری۔ میں نے کہا دیکھ لیجئے

خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت نمائی

کر دی۔ اور ہمارے دل میں جو خواہش پیدا ہوئی تھی وہ اس نے پوری کر دی۔ خواجہ خضر بے شک وفات پا چکے ہوں۔ مگر ہمارا خدا جو ہمارا خالق اور مالک ہے۔ وہ تو زندہ ہے۔ اور وہ ہمارے جذبات کو جانتا ہے۔ اس نے اس خواہش کو دیکھا۔ اور میری بات کو پورا کر دیا۔ تو انسان کی نیت اگر صادق ہو۔ اور اسے

خدا تعالیٰ پر کامل یقین

ہو۔ تو ایسی غیر معمولی باتیں بھی رونما ہو جاتی ہیں جن سے انسان کو نہایت ہی تعجب ہوتا ہے۔

میں نے کئی دفعہ ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ بڑی تپش کے بعد بارش آئی۔ جس کمرہ میں میں رہتا تھا۔ اس کی کھڑکی میں نے کھولی اور بارش کا نظارہ دیکھنے لگا۔ چونکہ بڑی دیر کے بعد بارش آئی تھی۔ اس لئے مجھے اس بارش کا بڑا مزا آیا۔ مگر اس روز مجھے پیچش اور مروڑ کی شکایت تھی۔ میں ابھی بارش کا نظارہ دیکھ ہی رہا تھا کہ میرے پیٹ میں زور سے مروڑ اٹھا۔ اب میرا دل بھی نہ چاہے کہ میں بارش کا نظارہ چھوڑ کر جاؤں۔ اور کھڑا بھی نہ رہ سکوں۔ چونکہ وہ ایسی بارش تھی۔ جو بعض دفعہ تھوڑی دیر ہو کر بند ہو جاتی ہے۔ اس لئے میں ڈروں کہ اگر میں گیا۔ تو بارش بند ہو جائیگی مگر اس وقت کھڑے رہنے کی بھی طاقت نہیں تھی۔ آخر میں جب جانے لگا۔ تو بے ساختہ میرے منہ سے نکل گیا۔ کہ خدایا میں تو اب کھڑا بھی نہیں ہو سکتا۔ میں اب پاخانے جاتا ہوں۔ تو ایسا انتظام فرما۔ کہ خواہ درمیانی عرصہ میں یہ بارش بند ہو جائے۔ جب میں

واپس لوٹوں۔ تو پھر بارش شروع ہو جائے چنانچہ

ایسا ہی ہوا

جونہی میں پاخانہ کے لئے بیٹھا بارش بند ہو گئی اسکے بعد جب میں فارغ ہوا۔ اور کمرہ میں آیا۔ تو میں نے دوبارہ کھڑکی کھول دی۔ میرا کھڑکی کو کھولنا تھا۔ کہ یکدم بارش شروع ہو گئی۔ جو آدھ گھنٹہ یا پون گھنٹہ تک جاری رہی۔ اب دیکھو بارش میرے اختیار میں نہیں تھی۔ مگر خدا نے ایسے سامان کئے۔ کہ ادھر میں کمرہ میں پہونچا۔ اور ادھر بارش شروع ہو گئی۔ اسی طرح ایک جماعت نے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سے اصرار کر کے مجھے اپنے پاس بلایا۔ وہ بڑی

مخلص جماعت

تھی۔ آپ نے جماعت کے اصرار کو دیکھ کر مجھے چند دنوں کے لئے وہاں بھجوا دیا۔ جب میں واپس آ رہا تھا۔ تو چلتے چلتے کسی آئندہ خرچ کے خیال سے میں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ تو ایک روپیہ کم تھا۔ اس وقت میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ کہ اللہ میاں مجھے ایک روپیہ بھیجیں۔ ابھی میرے دل سے یہ دعا نکلی ہی تھی۔ کہ قریب کے ایک گاؤں سے ایک آدمی ہماری طرف آتا دکھائی دیا۔ اس کو دیکھتے ہی جو لوگ میرے ساتھ تھے۔ وہ جلدی سے

حفاظت کے لئے

میرے ارد گرد جمع ہونے لگ گئے۔ میں نے کہا کیا ہوا۔ کہنے لگے یہ ہمارے سلسلہ کا شدید دشمن ہے۔ اور احمدیوں پر اکثر حملے کرتا رہتا ہے۔ ہم آپ کے ارد گرد اسلئے کھڑے ہو گئے ہیں۔ کہ وہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہونچا سکے۔ جب ہم گاؤں کے قریب پہنچے۔ تو وہ دوڑتا ہوا آیا۔ اور میرے ساتھیوں کو دھکہ دے کر آگے بڑھا۔ پھر اس نے

ادب کے ساتھ

میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ اور ایک روپیہ میرے ہاتھ پر رکھ کر چلا گیا۔ میں نے کہا آپ لوگ تو کہتے تھے۔ کہ یہ مارنے آیا ہے۔ اور اس نے تو ایک روپیہ نذرانہ کے طور پر دیا ہے پھر میں نے انہیں بتایا کہ ابھی میرے دل میں خیال آیا تھا۔ کہ خدا مجھے ایک روپیہ بھیجے۔ سو خدا نے اس شخص کو بھیجدیا۔ اور اس نے مجھے ایک روپیہ نذرانہ کے طور پر دے دیا۔

اب بھی میں نے بیماری کے علاج کے لئے

یورپ کا سفر

اختیار کرنے کا ارادہ کیا۔ تو میں لاہور گیا۔ وہاں سول سرجن صاحب تشریف لائے۔ گو میری بیماری کا علاج اور ڈاکٹر کر رہے تھے۔ جو ان سے بھی بڑے تھے۔ مگر قاعدہ یہ ہے۔ کہ جب کوئی بیماری کے علاج کے لئے باہر جانا چاہیئے۔ تو جب تک سول سرجن تصدیق نہ کرے۔ اس وقت تک اسے ایکسچینج نہیں مل سکتا۔ وہ جب میرے پاس آئے۔ تو میں نے ان سے کہا کہ آپ ایک ہزار پونڈ کی سفارش کر دیں۔ وہ کہنے لگے ایک ہزار پونڈ بہت کم ہے۔ آپ مجھے اجازت دیں۔ کہ میں دو ہزار پونڈ کی سفارش کر دوں۔ میں نے کہا۔ آپ دو ہزار لکھیں گے تو ہمیں ایک ہزار بھی نہیں ملے گا۔ کیونکہ بالا افسر یہ کہیں گے۔ کہ یہ

سفارش کرنے والا

کوئی مرزائی ڈاکٹر ہوگا۔ اس پر انہوں نے ایک ہزار پونڈ کی ہی سفارش کر دی۔ جب ہم کراچی پہونچے۔ تو ڈاکٹر کرنل جنرل ہیتھ سے ملے انہوں نے بھی کہا۔ کہ میں اس رقم کو بڑھا دیتا۔ مگر میری سفارش پر مخالفت ہو جائیگی اس لئے بہتر یہی ہے۔ کہ آپ اس رقم کو نہ بڑھائیں۔ آخر یہ سفارش سٹیٹ بنک کے پاس پہونچی۔ اور اس نے ہمارے لئے

صرف پانچ سو پونڈ

منظور کئے۔ اب پانچ سو پونڈ کی یورپ کے اخراجات کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی حقیقت ہی نہیں تھی۔ پہلی جگہ ہی جہاں ہم ٹھہرے وہاں ہم نے ڈاکٹر کو بھی دکھانا تھا۔ اور اس کی فیس وغیرہ ادا کرنی تھیں۔ اور پھر وہاں کی رہائش اور کھانے وغیرہ کے اخراجات بھی تھے جن پر گیارہ بارہ سو پونڈ خرچ کا اندازہ تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ ابھی ہم وہاں پہونچے ہی تھے۔ کہ دنیا کے چاروں طرف سے مجھے مخلصین جماعت کے خطوط آنے شروع ہو گئے۔ کہ ہم نے اتنے پونڈ آپ کے حساب میں بنک میں جمع کروا دیئے ہیں۔ اس روپیہ کو آپ اپنی ضروریات کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔ یہ

محض اللہ تعالیٰ کا فضل

تھا کہ اس نے جماعتوں میں تحریک پیدا کی اور انہوں نے بنکوں میں میرے نام پر رقوم بھجوانی شروع کر دیں۔ پچھلی دفعہ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ یہاں بعض سے قرضے بھی لئے گئے۔ لیکن باہر سے ایسے ایسے لوگوں نے ہمیں روپیہ بھیجدیا۔ جن کا ہم نام بھی نہیں جانتے تھے۔ ایک دفعہ عراق سے کسی دوست نے کئی سو پونڈ میرے نام پر بنک میں جمع کروا دیئے۔ جب مجھے بنک نے اطلاع دی تو پہلے میں سمجھا کہ کسی احمدی نے قرض کے طور پر یہ روپیہ بھجوایا ہوگا۔ مگر جب وہاں کے احمدیوں سے دریافت کیا گیا۔ تو سب نے انکار کیا اور کہا کہ

سیلاب زدگانِ لاہور کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ کوئٹہ کی طرف سے دوصد روپیہ کا عطیہ

مکرم شیخ محمد حنیف صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ کوئٹہ مطلع فرماتے ہیں۔ کہ لاہور کے اخبارات سے یہ معلوم کر کے کہ مجلس خدام الاحمدیہ لاہور سیلاب زدگان کی امداد کا کام بطریق احسن سرانجام دے رہی ہے از حد اطمینان ہوا۔ مجلس خدام الاحمدیہ کوئٹہ نے دوصد روپے کی رقم قائد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کو شیخ محمد شریف صاحب آف "شیخ کریم بخش اینڈ سنز" سعید منزل لاہور کی معرفت فوری طور پر ارسال کر دی ہے۔ تاکہ وہ اپنی امدادی سرگرمیوں کو اور زیادہ وسیع کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ خدام کو مخلوق خدا کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے اور اس مصیبت کے وقت میں مجلس خدام الاحمدیہ کی شاندار روایات کے مطابق بڑھ چڑھ کر اپنے فرائض بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ان کی ان مساعی کو قبولیت کے شرف سے نوازے۔ آمین

منور احمد صاحب اختر کا عزمِ انگلستان اور دعا کی درخواست

مکرم میاں غلام محمد صاحب اختر ناظر اعلیٰ کے منجھلے صاحبزادے منور احمد صاحب اختر اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے آج مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۵ء کو "بٹوری" جہاز کے ذریعہ انگلستان روانہ ہو رہے ہیں۔ احبابِ کرام ان کے بخیر و عافیت منزلِ مقصود پر پہنچنے کے لئے اور مقاصد میں کامیابی اور کامیاب و بامراد واپسی کے لئے دعا فرمائیں۔

ہم نے یہ روپیہ نہیں بھجوایا۔ آخر اس غیر احمدی دوست کو خط لکھے گئے۔ اس نے جواب میں لکھا کہ آپ کو غلطی لگی ہے۔ میں نے کوئی قرض نہیں دیا۔ میں نے چھ سو یا آٹھ سو پونڈ جو آپ کو بھجوایا تھا۔ وہ محض نذرانہ کا تھا۔ اسی طرح اب کی دفعہ ہوا۔ اگر اس رنگ میں

اللہ تعالےٰ کی مدد

نہ ہوتی۔ تو وہاں ہمارے گذارہ کی کوئی صورت نہ تھی اور شاید واپسی ٹکٹوں پر چند دنوں کے بعد ہی ہم پاکستان پہنچ جاتے۔ مگر وہاں جاتے ہی چاروں طرف سے اطلاعات آنی شروع ہو گئیں کہ ہم نے اتنی رقوم آپ کے نام پر بنک میں جمع کرا دی ہیں۔ اور یہ پاکستانی رقوم نہیں تھیں کہ اس پر پاکستان گورنمنٹ کو کوئی اعتراض ہوتا۔

پھر صحت کے لئے ڈاکٹروں نے سیر کرنا ضروری قرار دیا تھا اور

مختلف ممالک کی سیر

کے لئے بڑی بھاری رقم کی ضرورت تھی۔ مگر اللہ تعالےٰ نے ایسا فضل کیا کہ باہر سے جو روپیہ آیا۔ اس سے یہ اخراجات بھی پورے ہو گئے اور دو موٹر ہم نے خرید لئے۔ آتی دفعہ ہمیں فکر ہوا کہ یہ موٹر جب ہم پاکستان میں لے گئے۔ تو گورنمنٹ پاکستان ہمیں پکڑے گی کہ ہم نے تو صرف پانچ سو پونڈ دیا تھا اور وہ بھی علاج کے لئے۔ یہ تیرہ چودہ سو پونڈ کی موٹریں کہاں سے آ گئیں۔ اس پر ہم نے وہاں کے بنک کو لکھا کہ تم اس امر کی تصدیق کر دو کہ یہ روپیہ ہمیں امریکہ اور افریقہ وغیرہ سے آیا ہے۔ پاکستان کا اس روپیہ سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ بنک نے تصدیق کر دی جو پاکستان گورنمنٹ نے تسلیم کی اور اس طرح اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہماری تمام ضروریات پوری ہو گئیں۔

بہر حال میں یہ بتا رہا تھا کہ آپ لوگوں کے صحابی بننے کا کوئی رستہ نہیں تھا۔ مگر آپ لوگوں میں سے ہر شخص جب صحابہ کے حالات کو پڑھتا۔ تو اس کا دل چاہتا تھا کہ کاش وہ بھی صحابہ میں شامل ہوتا۔ اور وہ بھی اس مقام کو حاصل کرتا جو انہوں نے حاصل کیا تھا۔ اس آیت میں جو میں نے ابھی پڑھی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے لوگوں کی اسی خواہش کو مدنظر رکھتے ہوئے بتایا ہے کہ والذین اٰمنوا من بعد وھاجروا وجاھدوا معکم فاولٰئک منکم یعنی صحابہ کے بعد کچھ لوگ ایسے ہیں جو ابھی ایمان نہیں لائے۔ وہ بعد میں ایمان لائینگے۔ اور دین کی خاطر انہیں ہجرت بھی کرنی پڑے گی۔ جیسے کئی لوگ ایسے تھے جو ابتدائے سلسلہ میں ہی قادیان میں ہجرت کر کے آ گئے۔ وہ فخر کرتے تھے کہ ہم نے ہجرت کی اور اسوقت کی جب قادیان ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ اور اس میں صرف چند گھرانے آباد تھے۔ مگر پھر ہمیں قادیان سے نکالا گیا اور ربوہ کی آبادی کے لئے دوستوں کو ہجرت کرنی پڑی۔ اس طرح بعد میں آنے والوں کے لئے پھر خدا نے ہجرت کا موقعہ پیدا کر دیا اور انہیں بھی

فخر کا ایک موقع

حاصل ہو گیا۔ قادیان میں جو لوگ ابتدائی زمانہ میں ہجرت کر کے آئے اور انہوں نے مکان بنائے وہ بعض دفعہ فخر یہ طور پر کہا کرتے تھے کہ ہم نے قادیان میں اس وقت مکان بنایا۔ جب صرف دو سو یا چار سو گھر تھا مگر اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے ربوہ میں اس وقت ہجرت کی۔ جب صرف تین خیمے لگے ہوئے تھے۔ غرض اللہ تعالےٰ نے بعد میں آنیوالے لوگوں کے صحابہ بننے کا بھی رستہ کھول دیا۔ یہی بات اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں بیان فرمائی ہے کہ وہ لوگ جو بعد میں ایمان لائینگے اور خدا تعالےٰ کے نام کی بلندی کے لئے ہجرت کریں گے اور اس کے کلمہ کے اعلاء کے لئے جہاد کریں گے فاولٰئک منکم اے صحابہؓ وہ تم میں سے ہی ہونگے۔

دیکھو خدا جس طرح صحابہ کا تھا اسی طرح تمہارا ہے اس نے جب دیکھا کہ بعد میں آئندہ اولوں میں سے کچھ ایسے لوگ ہونگے۔ جن کے دلوں میں ایمان ہوگا۔ اور وہ چاہینگے کہ ان کے لئے بھی

صحابیت کا رستہ

کھولا جائے تو اس نے ان کے دلوں کا بھی خیال رکھا اور فرمایا:- والذین اٰمنوا من بعد وھاجروا وجاھدوا معکم فاولٰئک منکم کہ وہ لوگ جو ان کے بعد ایمان لائیں گے اور ہجرت کرینگے اور اسلام کی خدمت کے لئے جہاد کریں گے وہ بھی تم میں ہی شامل ہوں گے۔

دیکھو اللہ تعالےٰ نے کس طرح تمہارے صحابی ہونے کا رستہ کھولدیا۔ ضرورت یہ ہے کہ تم اپنے اندر پختہ ایمان پیدا کرو۔ خدا تعالےٰ کے دین کے لئے اپنے وطنوں کو چھوڑنے کے لئے تیار رہو۔ اور جہاد پر کمربستہ رہو۔ مگر یہ یاد رکھو کہ ہر زمانہ میں جہاد کے طریق الگ الگ ہوتے ہیں۔ جو شخص اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق دین کے جہاد میں حصہ لیتا ہے وہ انہی برکتوں سے حصہ پاتا ہے جن برکتوں سے پہلے لوگوں نے حصہ پایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی دیکھ لو آپ پر الزام لگایا جاتا ہے کہ آپ جہاد کے منکر ہیں اور اپنا مقام بہت بڑا بتاتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس الزام کے جواب میں یہی لکھا ہے کہ میں جہاد کا منکر نہیں صرف اتنی بات ہے کہ میں اس وقت تلوار سے نہیں بلکہ قلم کی نوک سے جہاد کر رہا ہوں۔ جہاد کی غرض یہی ہے کہ اسلام دنیا پر غالب آ جائے اگر اسی وقت قلم سے اسلام غالب آ جاتا ہے تو قلم چلانا ہی جہاد ہے چونکہ اس زمانہ میں دشمنان اسلام کی طرف سے تلوار سے نہیں بلکہ قلم سے اسلام کو مٹانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسلئے میں بھی تلوار سے نہیں بلکہ

قلم کی نوک سے جہاد

کر رہا ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وہی کچھ قلم سے دیدیا جو پہلوں کو تلوار کے نتیجہ میں ملا تھا۔ جیسا کہ میں نے پچھلی دفعہ بھی کہا تھا اب اسلام کی بنیاد کو دوبارہ استوار کیا جا رہا ہے کیونکہ بارشوں اور طوفانوں کی کثرت کی وجہ سے اسلام کی عمارت میں کمزوری پیدا ہو چکی تھی اس کی دیواروں میں رخنے پڑ گئے تھے۔ اس کی سفیدی اتر چکی تھی۔ اس کی اینٹیں اپنی جگہ چھوڑ چکی تھیں اور اس کی چھت میں بڑے بڑے سوراخ ہو چکے تھے۔ خدا تعالےٰ نے اسلام کی اس

عظیم الشان عمارت

کی مرمت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا اور آپ کو اس قلعہ کا پاسبان مقرر فرمایا تاکہ اسلام کی بگڑتی ہوئی عمارت پھر اپنی بنیادوں پر استوار ہو جائے اور دشمن کے حملے ناکام ہو جائیں۔ چنانچہ آپ آئے۔ اور آپ نے نئے سرے سے اس عمارت کے فرش اور دیواروں پر سیمنٹ کر دیا۔ اس کے اندر دوبارہ سفیدی کر دی اس کے تمام سوراخ بند کر دیئے اور اسے پھر ایک مضبوط قلعہ کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ اب کسی کی طاقت نہیں کہ وہ اسلام کی دیوار کو گرا سکے۔ پھر خدا نے اس عمارت کی صرف مرمت ہی نہیں کی بلکہ

ایک نئی فوج

بھی تیار کر دی جو قلعہ کی حفاظت کے لئے اسکے سامنے کھڑی ہے اب دشمن کی مجال نہیں کہ وہ اس قلعہ کی طرف بڑھے۔ اور اسپر حملہ کر سکے کیونکہ اس قلعہ کے محافظین کے دلوں میں خدا اور اسکے رسول کی محبت ہے وہ اسکی رضا کے لئے اپنے وطنوں کو چھوڑتے ہیں۔ اور غیر ملکوں میں سالہا سال تک رہ کر دین کی اشاعت کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔ ہمارے مبلغین میں ایسی کئی مثالیں پائی جاتی ہیں کہ انہوں نے اسلام کی اشاعت کے لئے اپنی زندگی وقف کی اور شادی کے چند ہفتہ بعد ہی غیر ممالک میں چلے گئے۔ چونکہ میاں بیوی اگر ایک رات بھی اکٹھے رہیں تو بعض دفعہ حمل ہو جاتا ہے۔ اسلئے ان کے پیچھے ہی بچے پیدا ہوئے اور وہ سالہا سال تک اپنے باپ کی شکل تک دیکھنے کو ترستے رہے ایک مبلغ جو شادی کے معاً بعد تبلیغ اسلام کے لئے چلے گئے تھے۔ ان کا بچہ ان کے جانے کے بعد پیدا ہوا اور پھر بڑے ہو کر سکول میں تعلیم حاصل کرنے لگا۔ جب وہ دس سال کا تھا تو ایک دن وہ سکول سے اپنے گھر آیا اور اپنی ماں سے کہنے لگا کہ اماں لڑکے جب سکول میں آتے ہیں تو کہتے ہیں ہمارا ابا یہ لایا۔ ہمارا ابا وہ لایا۔ میرا بھی کوئی ابا ہے یا نہیں؟

اسی طرح

حکیم فضل الرحمٰن صاحب

جو حال ہی میں میرے پیچھے فوت ہوئے ہیں۔ وہ شادی کے تھوڑا عرصہ بعد ہی مغربی افریقہ میں تبلیغ اسلام کے لئے چلے گئے اور تیرہ چودہ سال تک باہر رہے جب وہ واپس آئے تو ان کی بیوی کے بال سفید ہو چکے تھے۔ اور ان کے بچے جوان ہو چکے تھے۔ میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ آج جمعہ کے بعد میں حکیم فضل الرحمٰن صاحب مولوی عبدالمغنی خان صاحب۔ اور ماسٹر محمد حسن صاحب آسان کی نماز جنازہ پڑھوں گا۔

مولوی عبدالمغنی خان صاحب

بھی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے ابتدائی زمانہ میں اپنی زندگی وقف کی۔ وہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قادیان میں ہجرت کر کے آ گئے اور پھر وفات تک مرکز میں ہی رہے۔ اور سلسلہ کے مختلف عہدوں پر نہایت اخلاص اور محبت کے ساتھ کام کرتے رہے — پھر

ماسٹر محمد حسن صاحب آسان

بھی میرے پیچھے فوت ہوئے ہیں ان کا بیٹا مولود احمد اس وقت لنڈن مشن کا انچارج ہے میں نے جب وقف کی تحریک کی تو کو سینکڑوں مالدار ہماری جماعت میں موجود تھے۔ مگر ان کو یہ توفیق نہ ملی کہ وہ اپنی اولاد کو خدمت دین کے لئے وقف کریں۔ لیکن ماسٹر محمد حسن صاحب آسان نے اپنے چار لڑکے اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دیئے جن میں سے دو بیٹے ان کی وفات کے وقت پاکستان سے باہر تھے ان میں سے ایک ویسٹ افریقہ میں وائس پرنسپل ہے اور ایک لنڈن مشن کا انچارج اور انگلستان میں ہمارا مبلغ ہے۔ ان کے سات بچے تھے اور وہ غریب آدمی تھے۔ انہوں نے اپنے خرچ پر انہیں گریجوایٹ کرایا اور پھر سات میں سے چار کو وقف کر دیا ان میں سے ایک الفضل کا ایڈیٹر ہے۔ ایک لنڈن مشن کا انچارج ہے۔ ایک ویسٹ افریقہ میں وائس پرنسپل ہے۔ اور ایک کراچی میں تحریک جدید کی تجارت کا انچارج ہے ان سارے لڑکوں کو انہوں نے بی۔ اے یا ایم۔ اے اپنے خرچ پر کرایا۔ سلسلہ سے انہوں نے کوئی رقم نہیں لی۔ انہیں یہ کبھی خیال نہ آیا کہ میں ایک غریب آدمی ہوں اگر میرے بیٹے پڑھ کر

اعلےٰ ملازمتیں

حاصل کرلیں تو ہمارے خاندان کا نام روشن ہو جائے گا۔ انہوں نے

روشنی صرف اسلام میں دیکھی اور اپنے لڑکوں کو

دین کی خدمت

کے لئے وقف کر دیا۔

غرض ہماری جماعت میں ایسی مثالیں تو موجود ہیں جو جماعت کی عزت کو قائم رکھنے والی ہیں۔ لیکن اب یہ حالت ہے۔ کہ سوائے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کے اور یا پھر میری اولاد کے اور کسی جگہ سے ہمیں واقف زندگی نہیں مل رہے۔ کبھی کبھی تو جب میں اس حالت کو دیکھتا ہوں۔ اور مجھے ڈر آتا ہے۔ کہ کہیں میری اولاد بھی کسی وقت دوسروں کو دیکھ کر دین کی خدمت سے منہ نہ پھیر لے۔ تو میرے

دل میں جوش

آتا ہے۔ کہ میں اللہ تعالےٰ سے دعا کروں۔ کہ الٰہی مجھے صرف ایسی اولاد کی ضرورت ہے۔ جو تیرے دین کی خدمت گذار ہو۔ تو مجھے ایسا دن نہ دکھائیو۔ کہ تیرے دین کو قربانی کی ضرورت ہو۔ اور میرے بیٹے اس کے لئے تیار نہ ہوں۔ اور اگر کوئی ایسا دن آنے والا ہو۔ تو تو بڑی خوشی سے مجھے بے اولاد کر دے۔ کیونکہ میرا نام تو نے روشن کرنا ہے۔ میری اولاد نے نہیں۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں۔ کہ میری ساری اولاد دین کی خدمت کرنے والی ہو۔ دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ مگر کیا دنیا میں کوئی شخص ہے۔ جو آپؐ کا نام عزت سے نہیں لیتا۔ آپؐ کا خدا سے تعلق ہو گیا۔ اور خدا نے آپؐ کے نام کو ابدی طور پر زندہ کر دیا۔ پس جس کا

خدا سے تعلق

ہو جائے۔ اسے ڈر ہی کس بات کا ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح ناصریؑ کو دیکھ لو۔ آپ کی کوئی جسمانی اولاد نہ تھی۔ جو آپ کے نام کو زندہ رکھتی۔ مگر آج ساری دنیا کے عیسائی گو اپنی جہالت اور نادانی کی وجہ سے انہیں خدائی کا رتبہ دیتے ہیں۔ مگر وہ آپ پر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ وہ کام خود اچھا کرتے ہیں۔ مگر ہر اچھا کام کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہ کرسچین سویلزیشن ہے۔ چونکہ ان کی قوم میں رحم کا جذبہ زیادہ پایا جاتا ہے۔ اس لئے اگر وہ کسی موقعہ پر رحم سے کام لیتے ہیں۔ تو ساتھ ہی کہہ دیتے ہیں۔ کہ یہ کرسچین سویلزیشن ہے۔ یہ مسیحؑ کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ اگر مسیحؑ کے اپنے بیٹے ہوتے۔ تو کیا بن جاتا۔ اور ان کا نام کتنے عرصہ تک باقی رہتا۔ لیکن چونکہ انہوں نے اپنی زندگی خدا تعالےٰ کے لئے وقف کر دی۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے ان کو وہ عظمت دی۔ کہ آج سارا یورپ اور سارا امریکہ ان کی عزت کر رہا ہے۔ بلکہ یورپ کے ایک

چھوٹے سے چھوٹے ملک کے عیسائی جس طرح حضرت مسیحؑ کو یاد رکھتے ہیں۔ اگر ان کے اپنے بیٹے بھی موجود ہوتے۔ تو اس طرح ان کو یاد نہیں رکھ سکتے تھے۔ اسی طرح میں سمجھتا ہوں۔ ماسٹر محمد حسن صاحب آسان نے بھی ایسا نمونہ دکھایا ہے۔ جو

قابل تعریف

ہے۔ وہ ایک معمولی مدرس تھے۔ اور غریب آدمی تھے۔ انہوں نے فاقے کر کر کے اپنی اولاد کو پڑھایا۔ اور اسے گریجوایٹ کرایا۔ اور پھر سات لڑکوں میں سے چار کو سلسلہ کے سپرد کر دیا۔ اب وہ چاروں خدمت دین کر رہے ہیں۔ اور قریباً سارے ہی ایسے اخلاص سے خدمت کر رہے ہیں۔ جو وقف کا حق ہوتا ہے۔ اگر یہ بچے وقف نہ ہوتے۔ تو سالوں مل کر شاید دس بیس سال تک اپنے باپ کا نام روشن رکھتے۔ اور کہتے کہ ہمارے ابا جان بڑے اچھے آدمی تھے۔ مگر جب میرا یہ خطبہ چھپے گا۔ تو لاکھوں احمدی محمد حسن صاحب آسان کا نام لے کر ان کی تعریف کریں گے۔ اور کہیں گے کہ دیکھو یہ کیسا

باہمت احمدی

تھا۔ کہ اس نے غریب ہوتے ہوئے اپنے سات بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی۔ اور پھر ان میں سے چار کو سلسلہ کے سپرد کر دیا۔ اور پھر وہ بچے بھی ایسے نیک ثابت ہوئے۔ کہ انہوں نے خوشی سے اپنے باپ کی قربانی کو قبول کیا۔ اور اپنی طرف سے بھی ان کے فیصلہ پر صاد کر دیا۔

میں نے پچھلے جمعہ میں جماعت کے

دوستوں کو تحریک

کی تھی۔ کہ وہ اپنی زندگیاں اسلام کی خدمت کے لئے وقف کریں۔ اور میں نے بتایا تھا۔ کہ اسلام کے غلبہ کی یہی صورت ہے۔ کہ ہم میں نسلاً بعد نسلٍ ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں۔ جو اسلام کی اشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کریں۔ میں نے یہ تحریک کی۔ اور اس پر ایک ہفتہ گذر گیا۔ لیکن میں دیکھتا ہوں۔ کہ ابھی تک جماعت نے اس تحریک کی طرف پوری توجہ نہیں کی۔ ایک زمانہ وہ ہوا کرتا تھا۔ کہ نارمل حالت میں جب میں تقریر کرتا تھا۔ تو میں سمجھتا تھا۔ کہ میں سامعین کے دل ہلا سکتا ہوں۔ اور اگر ابنارمل Abnormal حالت اور غیر معمولی حالت پیدا ہو جاتی تھی۔ اور خدا تعالےٰ کا نور مجھ پر نازل ہوتا اور اس کا تصرف میری زبان پر ہوتا۔ تو میں سمجھتا تھا۔ کہ اگر ساٹھ ہزار آدمی بھی میرے سامنے ہوں۔

اور میں انہیں پہاڑ سے چھلانگ لگانے کے لئے کہوں۔ تو وہ پہاڑ سے چھلانگ لگا دیگا۔ اور اگر میں انہیں سمندر میں کودنے کے لئے کہوں۔ تو وہ سمندر میں کود جائے گا۔ لیکن اس بیماری کے بعد مجھے یہ وہم ہونے لگتا ہے۔ کہ میری وہ

قوتِ بیانیہ

اب مجھ میں موجود ہے یا نہیں۔ بہرحال میرے اس خطبہ کے بعد ایک احمدی نے مجھے خط لکھا۔ کہ میرے دل میں وقف کی تحریک ہوئی ہے۔ جب خدا مجھے توفیق دے گا۔ میں اپنی زندگی اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گا۔ سردست میں دعائیں کر رہا ہوں۔ اور دوستوں سے مشورہ لینے کا بھی ارادہ رکھتا ہوں۔ اس لئے نہیں کہ وقف اچھی چیز ہے یا نہیں۔ بلکہ اس لئے کہ میں ذاتی طور پر وقف کو نباہ سکتا ہوں یا نہیں۔ اور یہ بات درست ہے۔ اچھے سے اچھا کام بھی ہو۔ تو اس کے لئے دعاؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ مشورہ دینے والے بھی مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک مخلص احمدی جو اپنی قربانیوں کے لحاظ سے ہمیشہ

صفِ اول میں شریک

رہے ہیں۔ ان کے سامنے ایک دفعہ جبکہ میں کھانا کھا رہا تھا۔ میرے ایک بیٹے کا ذکر آیا۔ انہوں نے کہا۔ کہ اس کی خواہش اعلیٰ تعلیم پانے کی ہے۔ لیکن میں نے اسے مشورہ دیا ہے۔ کہ چونکہ تمہارے باپ بیمار رہیں۔ اور ابھی ان پر بہت بوجھ ہے۔ اس لئے سردست تم دہیں اپنی تعلیم مکمل کرو۔ پھر یہاں آ کر بیرسٹری کر لینا میں نے کہا بیرسٹری؟ میں تو اپنے کسی ایسے لڑکے کو دیکھ ہی نہیں سکتا۔ جو واقفِ زندگی نہ ہو۔ کہنے لگے روپے کی بھی تو ضرورت ہوتی ہے۔ یہ روپیہ کمائیگا اور سلسلہ کی خدمت کرے گا۔ میں اس دوست کو سلسلہ کا چوٹی کا خدمتگذار سمجھتا ہوں۔ مگر جب اس نے یہ فقرہ کہا۔ تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس نے میرے دل میں خنجر مار دیا ہے۔ اگر اس دوست کا مشورہ صحیح ہے تو پھر اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمدؑ نعوذ باللہ بالکل بیوقوف اور جاہل تھے۔ اور میں جو ان کا خلیفہ ثانی ہوں۔ بڑا گدھا اور بے وقوف ہوں۔ کیونکہ ہم نے اپنی زندگیاں اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دیں۔ آخر دنیا کمانا مجھے بھی آتا ہے۔ مجھے خدا نے وہ دماغ دیا ہے۔ کہ بڑے سے بڑے دماغ والے اس بیماری میں بھی میرا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور پھر خدا نے ہمیں سامان بھی دئے۔ ہمارے

باپ دادا اپنے علاقہ کے حاکم تھے۔ اور انہوں نے ایک بہت بڑی جائیداد اپنے پیچھے چھوڑی وہ جائیداد جو تباہ ہونے کے بعد ہم تک پہنچی۔ وہ بھی اتنی قیمتی تھی۔ کہ اگر ہم اسے بیچنے کا موقع پاتے۔ تو ہم تینوں بھائیوں کو تین تین کروڑ روپیہ مل جاتا۔ گویا ہم سارے بھائیوں کی جائیداد مجموعی طور پر

نو کروڑ روپیہ

کی تھی۔ اگر یہ نو کروڑ روپیہ ہم تجارت پر لگا دیتے۔ تو اس سے کئی گنے زیادہ روپیہ ہم کما لیتے۔ کیونکہ اصل چیز دماغ ہے۔ جس سے روپیہ کمایا جاتا ہے۔ اور دماغی قابلیتیں اللہ تعالیٰ نے مجھ میں پیدا کی ہیں۔ لیکن اگر فرض کرو۔ میں یہ نو کروڑ کی جائیداد سلسلہ کو دے دیتا۔ اور وہ کام نہ کرتا۔ جو میں نے کیا ہے۔ تو کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ وہ نو کروڑ اس کام کے برابر ہو سکتے تھے۔ یا کیا وہ نو کروڑ کی جائیداد میری لکھی ہوئی تفسیر کے ایک صفحہ کے برابر بھی ہو سکتی تھی۔ میری

تفسیر قرآن

کا ایک صفحہ اس کروڑ سے ہزاروں گنا زیادہ قیمتی ہے۔ اور ہزاروں گنے زیادہ فائدہ مند ہے۔ پس مجھے تعجب ہوا۔ کہ اس دوست نے یہ کیا بات کہی ہے۔ وہ دوست نہایت مخلص ہیں۔ اور ساری عمر انہوں نے خدمت سلسلہ میں گذاری ہے۔ مگر پھر وہ اس وہم میں مبتلا ہو گئے۔ کہ روپیہ دینا بھی خدمت ہے۔ بے شک ہماری جماعت میں ایسے لوگ بھی ہیں۔ جنہوں نے مالی لحاظ سے سلسلہ کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔ اور ہم ان کی قدر کرتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں نے اپنی زندگیاں اسلام کے لئے وقف کر دیں۔ اور رات اور دن وہ

خدمتِ سلسلہ میں مصروف

رہے۔ ان کے وجود سے ہمارے سلسلہ کو جو فائدہ پہنچا ہے۔ وہ روپیہ کے ذریعہ خدمت کرنے والوں سے بہت زیادہ ہے۔

مجھے یاد ہے میری پندرہ سال کی عمر تھی۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ بیمار ہو گئے۔ ان دنوں جو ڈاک آیا کرتی تھی۔ وہ آپ کی بیماری کی وجہ سے میں ہی آپ کو پڑھ کر سنایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایک منی آرڈر آپ کے نام آیا۔ جو -/۱۸۰ روپیہ کا تھا۔ اور ساتھ ہی خط تھا جس میں لکھا تھا۔ کہ یہ روپیہ چندے کا نہیں بلکہ حضور کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش ہے۔ اس میں سے اسّی روپے تو وہ ہیں۔ جو میں ہمیشہ ماہوار حضور کو بھیجا کرتا ہوں۔ اور سو روپیہ زائد اسی لئے ہے۔ کہ پہلے میری تنخواہ -/۱۸۰ روپیہ تھی۔ جس میں سے اسّی روپے میں حضور کو نذرانہ بھیجا کرتا تھا۔ اب مجھے یکدم سب انسپکٹر پولیس سے

ترقی دے کر پراسیکوٹنگ انسپکٹر بنادیا گیا ہے۔ اور ۲۸۰/- روپے تنخواہ مقرر کی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ مجھے یکدم یہ سو روپیہ جو ترقی ملی ہے۔ محض حضور کے لئے ملی ہے۔ اسی لئے سو روپے وہ جو اب بڑھے ہیں۔ اور اسی روپے وہ جو میں ہمیشہ بھیجا کرتا ہوں۔ حضور کی خدمت میں نذرانہ کے طور پر بھجوا رہا ہوں۔ اور چونکہ خدا نے مجھے ۱۸۰/- سے ۲۸۰/- روپیہ تک یکدم پہنچایا ہے۔ اور یہ سو روپیہ کی زیادتی میرے لئے نہیں بلکہ حضور کے لئے ہوئی ہے۔ اس لئے میں آئندہ بھی ہمیشہ ۱۸۰/- روپے ہی حضور کی خدمت میں بھجوایا کروں گا۔ میں نے جب یہ خط پڑھا۔ تو بڑا متاثر ہؤا کہ

ہماری جماعت

میں اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے مخلص وجود پیدا کئے ہیں۔ یہ چودھری رستم علی صاحب تھے۔ جو محکمہ پولیس میں ملازم تھے۔ اسی طرح میں نے کئی دفعہ سیٹھ عبداللہ بھائی کی خدمات کا ذکر کیا ہے۔ اب تو پارٹیشن اور ہندوستانی گورنمنٹ کے مظالم کی وجہ سے ان کی تجارت ویسی نہیں رہی۔ لیکن ساری عمر ان کی یہی کیفیت رہی۔ کہ جو روپیہ بھی ان کے پاس آتا وہ اسے سلسلہ پر خرچ کر دیا کرتے۔ اور اب بھی وہ اسی رنگ میں قربانی کرتے جا رہے ہیں۔ پس بے شک ہماری جماعت میں ایسے افراد ہیں۔ جو مالی لحاظ سے سلسلہ کے کاموں میں

غیر معمولی حصہ

لیتے ہیں۔ لیکن ان افراد سے جو سلسلہ کو فائدہ پہنچا ہے۔ کیا وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تصنیف کے بھی برابر ہے۔ یا سلسلہ کے قائم کرنے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو وقت صرف کیا۔ اگر اس وقت کو سلسلہ کے لئے صرف کرنے کی بجائے آپ اپنے زمیندارہ کام میں لگ جاتے تو کیا سلسلہ کو اتنا ہی فائدہ پہنچتا۔ جتنا اب پہنچا ہے۔ یا میں ہی اگر اپنے زمیندارہ کام میں مشغول ہو جاتا۔ تو میرے ذریعہ سلسلہ کو وہ فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ جو اب پہنچا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میں نے زمیندارہ کام بھی کیا ہے۔ لیکن جب زمینوں کا کام اتنا بڑھا۔ کہ میں نے سمجھا۔ اب اگر میں نے اسی کی طرف توجہ کی تو سلسلہ کے کام کو نقصان پہنچے گا۔ تو میں نے میاں بشیر احمد صاحب کو بلوایا۔ اور زمین کے کاغذات ان کے سپرد کر دیئے۔ اور خود میرے پاس جتنا وقت تھا۔ وہ سارے کا سارا میں نے سلسلہ کے لئے وقف کر دیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ میں یہ کام خود بھی چلا سکتا تھا۔ مگر ان کے سپرد کرنے سے مجھے یہ فائدہ ہؤا۔ کہ میں زمینوں کے کام سے فارغ ہو کر سلسلہ کے کاموں میں زیادہ تن دہی سے مصروف ہو گیا۔

پھر سندھ کی زمینیں ملیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ملازموں سے کام لینے کی توفیق عطا فرما دی۔ بے شک ملازموں پر کام کا انحصار رکھنے کی وجہ سے مجھے نقصان بھی ہوتا تھا۔ لیکن میں نہیں چاہتا تھا۔ کہ زیادہ وقت ادھر صرف کروں۔ کیونکہ میں جانتا تھا۔ کہ سلسلہ کو میرے وقت کی زیادہ ضرورت ہے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مجھے مالی لحاظ سے بھی سلسلہ کی خدمت کی توفیق عطا فرما دی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح سیٹھ عبداللہ بھائی اور بعض دوسرے دوستوں نے قربانی کی ہے۔ اور سلسلہ کی غیر معمولی خدمت کی ہے۔ اسی طرح میں نے بھی کی ہے۔ چنانچہ اب تک تحریک جدید میں میں نے ساڑھے تین لاکھ سے زیادہ چندہ دیا ہے۔ لیکن اگر وہ خطبات جو تحریک جدید کے لئے میں نے پڑھے ہیں نہ پڑھتا اور صرف ساڑھے تین لاکھ روپیہ چندہ دے دیتا۔ تو ساڑھے تین لاکھ سے ساری دنیا میں تبلیغ اسلام نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ تبلیغ اسلام تو میرے وقف کی وجہ سے ہوئی ہے۔ پس بیشک روپیہ بھی ایک قیمتی چیز ہے۔ لیکن روپیہ کے باوجود پھر بھی

وقف کی ضرورت

ہوتی ہے۔ پس وہ دوست جن کے دلوں میں میرے خطبہ کی وجہ سے وقف کی تحریک ہوئی ہے۔ ان سے میں کہتا ہوں۔ کہ تم سوچو اور مشورہ لو۔ مگر صرف انہی لوگوں سے مشورہ لو۔ جو تمہیں مشورہ دینے کے اہل ہوں۔ بلکہ اگر تم صحیح مشورہ لینا چاہتے ہو۔ تو مجھ سے لو۔ دوسروں کو کیا پتہ ہے۔ کہ سلسلہ کو کس قسم کے واقفین کی ضرورت ہے۔ کس قسم کا علم رکھنے والوں کی ضرورت ہے۔ کس قسم کا تجربہ رکھنے والوں کی ضرورت ہے۔ اور پھر ان کے کتنے وقت کی سلسلہ کو ضرورت ہے۔ مجھے پتہ ہے کہ سلسلہ کے لئے کس قسم کے کام کا تجربہ رکھنے والوں کی ضرورت ہے۔ کس قسم کے علم والوں کی ضرورت ہے۔ اور کتنا وقت دے کر وہ سلسلہ کی خدمت کر سکتے ہیں۔ اس بارہ میں صحیح مشورہ انہیں مجھ سے ہی مل سکتا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر صحیح طریق پر کام کیا جائے۔ تو ایک وکیل وکالت کرتے ہوئے بھی سلسلہ کی خدمت کر سکتا ہے۔ اور ایک زمیندار زمیندارہ کرتے ہوئے بھی سلسلہ کی خدمت کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ مشورہ صحیح آدمی سے لے۔ جب تک میرے دم میں دم ہے۔ میں تمہیں صحیح مشورہ دینے کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔ پس مجھ سے مشورہ لو اور کوشش کرو۔ کہ تم اپنے آپ کو ان لوگوں کی صف میں لے آؤ۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ والذین اٰمنوا من بعد وھاجروا وجاھدوا معکم فاولئک منکم۔ یعنی وہ لوگ ایمان تو بعد میں لائے اور انہوں نے ہجرت بھی بعد میں کی۔ اور جہاد بھی بعد میں کیا۔ لیکن پھر بھی وہ صحابہؓ میں شامل ہونگے۔ پس صحابہؓ میں ملنا تمہارے لئے مشکل نہیں۔ اگر تم کوشش نہ کرو۔ تو اور بات ہے۔ ورنہ خدا نے تمہارے اندر وہ قابلیت رکھ دی ہے۔ جس سے اگر تم کام لو۔ تو تم صحابہؓ میں شامل ہو سکتے ہو۔ میں چھوٹا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات پا گئے۔ آپ کی وفات کے بعد والدہ مجھے

بیت الدعاء

میں لے گئیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہاموں والی کاپی میرے سامنے رکھ دی۔ اور کہا کہ میں سمجھتی ہوں یہی تمہارا سب سے بڑا ورثہ ہے۔ میں نے ان الہامات کو دیکھا تو ان میں ایک الہام آپ کی اولاد کے متعلق یہ درج تھا۔ کہ "حق اولاد در اولاد"

اسی طرح ایک اور الہام درج تھا۔ جو منذر تھا۔ اور اس کے نیچے لکھا تھا۔ کہ جب میں نے یہ الہام محمود کی والدہ کو سنایا تو وہ رونے لگ گئیں۔ میں نے کہا کہ تم یہ الہام مولوی نور الدین صاحبؓ کے پاس جا کر بیان کرو۔ انہوں نے محمود کی والدہ کو تسلی دی۔ اور کہا کہ یہ الہام منذر نہیں بلکہ مبشر ہے حق اولاد در اولاد کے معنے در حقیقت یہی ہیں کہ وہ حق جو باہر سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی زمینوں اور جائیدادوں وغیرہ میں حصہ۔ یہ کوئی زیادہ قیمتی نہیں۔ زیادہ قیمتی یہ چیز ہے۔ کہ میں نے تمہاری اولاد کے دماغوں میں وہ قابلیت رکھ دی ہے۔ کہ جب بھی یہ اس قابلیت سے کام لیں گے۔ دنیا کے لیڈر رہی بنیں گے۔ باقی ورثہ ضائع ہو جاتا ہے۔ مگر یہ وہ ورثہ ہے۔ جو کبھی ضائع نہیں ہو سکتا۔ اور یہ وہ ورثہ ہے۔ جو ہم نے تمہاری اولاد کے دماغوں میں مستقل طور پر رکھ دیا ہے

میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں بعد میں جو کچھ بھی ملا۔ "حق اولاد در اولاد" کی وجہ سے ہی ملا اور میں نے جتنے کام کئے۔ اپنی دماغی اور ذہنی قابلیت کی وجہ سے ہی کئے۔ ورنہ مجھ سے زیادہ کتابیں پڑھنے والے لوگ دنیا میں موجود تھے۔ اگر ان کے دماغوں میں بھی وہی قابلیت ہوتی جو مجھ میں ہے۔ تو دنیا میں دس ہزار محمود اور بھی ہوتا۔ لیکن اگر ساری دنیا میں

صرف ایک ہی محمود

ہے۔ تو اس کی وجہ وہی "حق اولاد در اولاد" ہے اللہ تعالیٰ نے ہمارا ورثہ ہمارے دماغوں کے اندر رکھ دیا ہے۔ اور یہ وہ دولت ہے۔ جسے کوئی شخص چرا نہیں سکتا۔ جیسے حضرت مسیحؑ نے کہا۔ کہ جو کچھ تم زمین پر جمع کروگے۔ اسے کیڑا کھا جائیگا۔ لیکن اگر تم آسمان پر جمع کرو۔ تو وہ ہمیشہ کے لئے محفوظ رہے گا۔ اور کوئی کیڑا اسے نہیں کھا سکے گا۔ اسی طرح جائیدادیں تباہ کی جا سکتی ہیں۔ زمینیں چھینی جا سکتی ہیں۔ لیکن ترقی کی وہ قابلیت جو دماغوں کے اندر ودیعت کر دی گئی ہو۔ اسے کوئی شخص چھین نہیں سکتا۔ چنانچہ دیکھ لو وہی جائیداد جس کا حساب میں نے کروڑوں میں لگایا ہے۔ اور جو شاید چند سالوں کے بعد اربوں کی جائیداد بن جاتی، وہی ہمارے شریک بھائیوں کے سپرد تھی۔ مگر اس کی کوئی قیمت نہ تھی۔ اور ہم اس سے اس قدر ناواقف تھے، کہ مجھے یاد ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد ایک دن ہمارے نانا جان والدہ صاحبہ کے پاس آئے۔ اور انہوں نے غصہ میں رجسٹر زمین پر پھینک دیئے۔ اور کہا کہ میں کب تک بڈھا ہو کر بھی تمہاری خدمت کرتا رہوں۔ اب تمہاری اولاد جوان ہے۔ اس سے کام لو۔ اور زمینوں کی نگرانی ان کے سپرد کرو۔ والدہ نے مجھے بلایا۔ اور رجسٹر مجھے دے دیئے۔ اور کہا کہ تم کام کرو۔ تمہارے نانا یہ رجسٹر پھینک کر چلے گئے ہیں۔ میں ان دنوں

قرآن اور حدیث

کے مطالعہ میں ایسا مشغول تھا۔ کہ جب زمینوں کا کام مجھے کرنے کے لئے کہا گیا۔ تو مجھے ایسا محسوس ہؤا۔ جیسے کسی نے مجھے قتل کر دیا ہے۔ مجھے یہ بھی پتہ نہیں تھا۔ کہ جائیداد ہے کیا بلا۔ اور وہ کس سمت میں ہے۔ مغرب میں ہے یا مشرق میں ہے شمال میں ہے یا جنوب میں۔ میں نے زمینوں کی لسٹیں اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ اور افسردہ شکل بنائے گھر سے باہر نکلا۔ مجھے اس وقت یہ علم نہیں تھا۔ کہ "حق اولاد در اولاد" کا الہام کیا کام کر رہا ہے۔ میں جونہی باہر نکلا ایک صاحب مجھے ملے۔ اور کہنے لگے میاں صاحب میں نے سنا ہے۔ کہ آپ کو زمینوں کے لئے کسی نوکر کی ضرورت ہے۔ میں نے کہا آج نانا جان غصہ میں آ کر والدہ کے سامنے رجسٹر پھینک کر چلے گئے ہیں۔ اور

میں حیران ہوں

کہ یہ کام کس طرح کروں۔ کہنے لگے میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ میں نے کہا آپ شوق سے یہ کام سنبھالیں۔ درحقیقت یہ آپ کا ہی حق ہے۔ مگر آپ لیں گے کیا؟ کہنے لگے۔ آپ مجھے صرف دس روپے دے دیجئے۔ میں نے کہا دس روپے۔ میرے پاس تو ایک پیسہ بھی نہیں۔ کہنے لگے آپ فکر نہ کریں۔ بڑی بھاری جائیداد ہے۔ اور میری تنخواہ اسی میں سے بڑی آسانی کے ساتھ نکل آئیگی میں نے اسی وقت

بغیر پڑھے رجسٹرار کے حوالے کر دیئے اور کہا کہ اگر آپ دس روپے پیدا کر سکیں تو بے شک بھیجئے ورنہ میرے پاس تو ایک پیسہ بھی نہیں۔ انہی دنوں قرآن کریم کے پہلے انگریزی پارہ کی اشاعت کا سوال پیدا ہوا۔ اس پارہ کے لئے میں اردو میں مضمون لکھتا تھا اور ماسٹر عبدالحق صاحب مرحوم اس کا انگریزی میں ترجمہ کرتے جاتے تھے وہ اتنا

اعلیٰ ترجمہ

کرنے والے تھے کہ آج تک یورپ سے خطوط آتے رہتے ہیں کہ آپ کے پہلے پارہ کی زبان نہایت شاندار ہے اور پھر وہ اتنی جلدی ترجمہ کرتے تھے کہ میں پیچھے رہ جاتا اور وہ مضمون کا ترجمہ کر لیتے حالانکہ میں خود اتنا زود نویس تھا کہ بعض دفعہ ایک ایک دن میں پوری کتاب لکھ دیتا تھا۔ ان دنوں مسجد مبارک کے نچلے کمرہ میں بیٹھ کر میں کام کیا کرتا تھا۔ ایک دن میں بیٹھا مضمون لکھ رہا تھا کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ میں نے پوچھا تو پتہ لگا کہ ماسٹر عبدالحق صاحب آئے ہیں۔ میں نے کہا آپ کس طرح آئے ہیں۔ کہنے لگے مضمون دیجئے۔ میں نے کہا ابھی تھوڑی دیر ہوئی ہے میں آپ کو مضمون بھجوا چکا ہوں۔ کہنے لگے اس کا ترجمہ تو میں ختم بھی کر چکا ہوں اب مجھے آگے مضمون دیجئے۔ میں نے کہا میرے پاس تو ابھی مضمون تیار نہیں کہنے لگے خیر میں اپنا کام ختم کر چکا ہوں آپ مضمون لکھ لیں تو مجھے بھجوا دیں۔ بہرحال جب مضمون تیار ہو گیا تو ہم نے فیصلہ کیا کہ یہ پارہ ہم اپنے

خاندان کی طرف سے

چھپوا دیں مگر اس کے لئے روپیہ کی ضرورت تھی۔ ہمارا اندازہ یہ تھا کہ اس کے لئے چار ہزار روپیہ کی ضرورت ہو گی۔ آخر سوچ سوچ کر میں نے یہ تجویز نکالی کہ ہم اپنی جائداد کا کچھ حصہ بیچ دیتے ہیں۔ اس ذریعہ سے جو آمد ہو گی وہ قرآن کریم کے چھپوانے پر خرچ کر دی جائیگی میں نے اپنے بھائیوں سے مشورہ لیا تو انہوں نے کہا کہ ہماری طرف سے زمین بیچنے کی اجازت ہے مگر اب میں ڈروں کہ چار ہزار روپیہ آ بھی سکتا ہے یا نہیں۔ میں نے اسی دوست کو بلوایا اور کہا کہ ہماری یہ خواہش ہے کہ قرآن کریم ہمارے خاندان کے خرچ پر شائع ہو۔ کیا اس کے لئے چار ہزار روپیہ اکٹھا ہو سکتا ہے۔ کہنے لگے آپ کہیں تو بیس ہزار روپیہ بھی اکٹھا ہو سکتا ہے میں نے کہا بیس ہزار نہیں صرف چار ہزار روپیہ چاہیئے۔ جب میں نے یہ بات کہی اس وقت کوئی گیارہ بجے ہوں گے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ روپیہ کب تک اکٹھا ہو سکتا ہے۔ کہنے لگے ظہر تک لا دوں گا۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ ظہر کی نماز پڑھا کر میں الفضل کے دفتر میں گیا تو انہوں نے

چار ہزار روپیہ کی تھیلی

میرے سامنے لا کر رکھ دی اور کہا کہ ابھی اور بہت سے گاہک موجود ہیں۔ اگر آپ کہیں تو بیس پچیس ہزار روپیہ بھی آ سکتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ دینے پر آتا ہے تو اس طرح دیتا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ پس مت سوچو کہ تمہاری اولادیں کیا کھائیں گی اور کہاں سے ان کے لئے رزق آئے گا۔ ہمیں تو یہ فکر رہتی ہے کہ ہمیں جو کچھ خدا نے دیا ہے یہ ہماری اولادوں کی تباہی کا موجب نہ ہو جائے۔ ہمیں یہ فکر نہیں کہ وہ کھائیں گے کہاں سے

ہمیں تو یہ فکر ہے

کہ وہ کہیں اپنے کھانے پینے میں ہی نہ لگ جائیں اور خدا اور اس کے دین کو بھلا نہ بیٹھیں۔ میں نے بتایا ہے کہ شروع میں میری یہ حالت تھی کہ میں دس روپیہ کا ذکر بھی نہیں رکھ سکتا تھا۔ مگر اب سندھ کی زمینوں پر جو میرے ملازم کام کر رہے ہیں ان کی چار ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ ہے۔ کجا یہ کہ دس روپیہ کے نوکر پر میری جان نکلتی تھی۔ اور کجا یہ کہ اب چار ہزار روپیہ ماہوار میں انہیں دیتا ہوں۔ یہ روپیہ آخر کہاں سے آیا۔ خدا نے ہی دیا۔ ورنہ میرے پاس تو کچھ نہیں تھا۔ جب ہم قادیان سے آئے ہیں اس وقت بیس بیس ہزار روپیہ پر ایک ایک کنال فروخت ہو رہی تھی۔ اور اگر ساری جائداد فروخت کرنے کا ہمیں موقع ملتا تو وہ کروڑوں روپیہ کی مالیت کی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ جب دینے پر آتا ہے تو ایسے ایسے رستوں سے دیتا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی میں اپنے سب بچوں سے کہا کرتا ہوں کہ تم اس روپیہ کو دیکھ کر کبھی یہ

دھوکہ نہ کھاؤ

کہ یہ تمہاری کوشش اور جدوجہد کے نتیجہ میں تمہیں حاصل ہو رہا ہے۔ تمہیں جو کچھ مل رہا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل مل رہا ہے۔ اگر آپ کا یہ دعویٰ نہ ہوتا کہ میں مامور ہوں اور آپ کی وجہ سے قادیان کو تقدس حاصل نہ ہوتا تو کیا تم سمجھتے ہو کہ پھر بھی وہاں بیس بیس پچیس پچیس ہزار کو ایک ایک کنال فروخت ہوا کرتی۔ یہ قیمت اسی لئے بڑھی کہ لاہور اور سیالکوٹ اور گجرات اور بمبئی اور کلکتہ سے لوگ آئے اور وہاں انہوں نے اپنی رہائش کے لئے زمینیں خریدنی شروع کر دیں اور وہ اگر وہاں آ کر آباد ہوئے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کی وجہ سے۔ پس کبھی یہ خیال نہ کرو کہ تم اپنے روپیہ سے بڑھ رہے ہو۔ تمہیں خدا اپنے پاس سے رزق دے رہا ہے

پس تم

خدا کا شکر ادا کرو

اور اس بات کو یاد رکھو کہ دنیا نے تم کو نہیں پالنا خدا نے تم کو پالنا ہے۔ تم اپنے اندر دین کی خدمت کا احساس پیدا کرو اور سمجھ لو کہ ہر دنیوی پیشہ کے ساتھ تم دین کی بھی خدمت کر سکتے ہو بشرطیکہ تم مشورہ کے لئے صحیح آدمی کا انتخاب کرو۔ چوہدری ظفر اللہ خانصاحب کو ہی دیکھ لو وہ ایسی دھواں دھار تقریریں کرتے ہیں کہ ساری دنیا میں شور مچ جاتا ہے۔ لیکن مذہبی معاملات پر انہوں نے جب بھی کوئی تقریر کرنی ہوتی تھی ہمیشہ میرے پاس آتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ مجھے نوٹ لکھوا دیجئے۔ چنانچہ لمبا لمبا سال تک میں انہیں نوٹ لکھواتا رہا۔ اور وہ میرے نوٹوں کو بڑھا کر تقریر کر دیا کرتے۔ اب بھی گو میں بیمار تھا اور ڈاکٹروں کی ہدایت تھی کہ میں سیر و تفریح میں اپنا وقت گزاروں۔ مگر چوہدری ظفر اللہ خان صاحب موٹر کی اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے میری طرف منہ پھیر کر کہتے۔ حضور فلاں آیت کا کیا مطلب ہے اور میں اس کا مفہوم بیان کرنا شروع کر دیتا۔ میں سمجھتا کہ میرا بھی شغل ہو رہا ہے اور انہیں بھی فائدہ پہنچ رہا ہے۔ اس میں حرج کیا ہے۔ چنانچہ اکثر ایسا ہوتا کہ موٹر میں بیٹھے ہوئے سفر بھی ہو رہا ہوتا اور وہ مجھ سے

مختلف امور کے متعلق استفادہ

بھی کر رہے ہوتے۔ جس طرح چوہدری ظفر اللہ خانصاحب دین کی خدمت کر رہے ہیں اسی طرح ہر شخص کر سکتا ہے صرف اتنی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ عقل سے کام لے۔ چوہدری ظفر اللہ خانصاحب صرف اس لئے ترقی کر گئے کہ انہیں دین کا شوق ہے اور وہ اسلامی مسائل کے متعلق سوچتے اور تدبر کرتے رہتے ہیں اور جن باتوں کا انہیں خود پتہ نہ لگے وہ مجھ سے پوچھتے ہیں اور پھر اس کو بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ساتھ ہی خدا نے انہیں ایسا ملکہ دیا ہے کہ وہ تقریر کرتے ہیں تو شور مچ جاتا ہے کہ بڑی اعلیٰ تقریر کی ہے۔ جس طرح وہ کر رہے ہیں اسی طرح تم میں سے

ہر شخص دین کی خدمت کر سکتا ہے

بشرطیکہ تم کرنا چاہو اور اپنے اپنے کاموں کے ساتھ دین کی خدمت کے لئے بھی کچھ وقت نکالو۔ پھر آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اس وقت کو مستقل کیا جا سکتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ ایسے ضرور ہونے چاہئیں جو اپنے تمام کاموں سے الگ ہو کر خالص دینی خدمت میں مشغول رہیں مگر ہر آدمی ایسا نہیں کر سکتا۔ ان کے لئے یہی طریق ہو سکتا ہے کہ وہ دنیا کا بھی کام کریں اور اس کے ساتھ دین کو بھی نظر انداز نہ کریں۔

یاد رکھو

جب تک جماعت میں نسلاً بعد نسلٍ ایسے لوگ پیدا نہ ہوتے رہیں گے جو دین کی اشاعت کے لئے سینہ سپر ہو کر کھڑے ہو جائیں اور اسلام کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھانے کے لئے تیار ہوں اس وقت تک اسلام کو غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

میں چھوٹا تھا کہ میں نے بچپن کے چند دوستوں کے ساتھ مل کر ایک انجمن بنائی اور رسالہ "تشحیذ الاذہان" ہم نے جاری کیا۔ میرے اس وقت کے دوستوں میں سے ایک چوہدری فتح محمد صاحب ہیں جن کی لڑکی چوہدری عبداللہ خانصاحب کے گھر ہے۔ ایک دفعہ چوہدری عبداللہ خانصاحب کی بیوی مجھے کہنے لگیں کہ ابا جی کو جب آپ نے ناظر اعلیٰ بنا دیا تو وہ گھر میں بڑا افسوس کیا کرتے تھے کہ ہم نے تو اپنے آپ کو

تبلیغ کے لئے وقف

کیا تھا اور انہوں نے ہمیں کرسیوں پر لا کر بٹھا دیا ہے دوسری طرف میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں وہ لوگ بھی ہیں جو مجھے لکھتے رہتے ہیں کہ واقف زندگی کی قدر ہونی چاہیئے۔ باہر سے آنے والوں میں سے کوئی وکیل اعلیٰ ہو جاتا ہے اور کوئی ناظر اعلیٰ ہو جاتا ہے اور ہم مبلغ کے مبلغ ہی رہتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے خدا کہے کہ بندوں میں سے تو کوئی ترقی کر کے کلرک بن گیا اور کوئی نپولین بن گیا اور میں خدا کا خدا ہی رہا۔ بھلا مبلغ سے بڑا اور کون سا مقام ہو سکتا ہے جو تم حاصل کرنا چاہتے ہو۔ جو شخص سچا اور حقیقی مبلغ ہوتا ہے وہ دنیا میں

خدا تعالیٰ کا نمائندہ

ہوتا ہے جیسے ایمبیسیڈر اپنی اپنی حکومتوں کے نمائندے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت کے وزراء ہز ایکسی لنسی نہیں کہلا سکتے۔ لیکن ایمبیسیڈر ہز ایکسی لنسی کہلاتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی اپنی حکومتوں کے نمائندہ ہوتے ہیں۔ اسی سفر میں ایک دن چوہدری ظفر اللہ خانصاحب کہنے لگے کہ میں جب تک وزارت خارجہ میں تھا ہز ایکسی لنسی نہیں کہلا سکتا تھا۔ لیکن اب انٹرنیشنل کورٹ کا جج ہونے کی وجہ سے میں بائی رائٹ (By right) اپنے آپ کو ہز ایکسی لنسی لکھ سکتا ہوں۔ جس طرح دنیا میں بعض لوگ حکومتوں کے نمائندہ ہونے کی وجہ سے

خاص عزت کے مستحق

سمجھے جاتے ہیں۔ اسی طرح مبلغ ہونا بھی ایک بہت بڑی عزت کا مقام ہے۔ مبلغ سے کسی اور کو اونچا سمجھنا۔ ایسی ہی بیوقوفی کی بات ہے جیسے کسی جج نے ایک شخص کو پھانسی کی سزا دی تو وہ چیخ مار کر کہنے لگا کہ دس بیس تو بہتر تھا کہ مجھے

موت کی سزا دے دیتے۔ جیسے اس کا قول احمقانہ تھا اسی طرح یہ بھی بیوقوفی کی بات ہے کہ مبلغ سے کسی اور کا مقام اونچا سمجھا جائے۔ غرض خدا نے تمہارے لئے بڑی بڑی عزتیں رکھی ہیں۔ تم

خدا پر توکل

کرو اور اس کے دین کی اشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کرو۔ وہ دینے پر آتا ہے تو وہ کچھ دے دیتا ہے کہ انسان اسے دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ تم نے ساری عمر میں دنیوی قابلیتوں کے بغیر وہ کچھ علم حاصل کیا ہے جو بڑی سے بڑی ڈگریاں رکھنے والوں کو بھی نہیں ملا۔ اسی طرح مالی لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے ہماری ایسے ایسے رستوں سے مدد کی جو ہمارے وہم وگمان میں بھی نہیں تھے۔ پس خدا تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے تم اس کی طرف قدم اٹھاؤ۔ اگر تم اس پر توکل رکھتے ہوئے اس کی طرف اپنا قدم بڑھاؤ گے تو یقیناً تمہارا خدا تم کو ضائع نہیں کرے گا۔ وہ تمہارا ہاتھ پکڑے گا اور تم محسوس کرو گے کہ تمہارا خدا تمہارے سامنے کھڑا ہے۔ میرے پاس اس سفر میں

ایک نومسلم انگریز

آیا۔ اور اس نے کہا کہ میں بڑی کوشش کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کروں مگر مجھے پتہ نہیں لگتا کہ میں اس کے قریب ہو گیا ہوں یا نہیں۔ میں نے کہا تمہاری اس خواہش کا انحصار تمہارے اس ایمان اور یقین پر ہے کہ خدا تعالیٰ کے قرب کا دروازہ تمہارے لئے بند نہیں بلکہ تم بھی اس کے انعامات کو اسی طرح حاصل کر سکتے ہو جس طرح پہلے لوگوں نے حاصل کئے۔ اگر تم سچے دل سے یہ یقین رکھو کہ خدا تعالیٰ کے انعامات کے دروازے تمہارے لئے کھلے ہیں۔ اور ہر ترقی تمہارے لئے ممکن ہے تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ خدا تعالیٰ تمہارے قریب نہ آئے۔ وہ یقیناً تمہارے لئے اپنے

قرب کے دروازے

کھول دے گا اور تم محسوس کرو گے کہ وہ تمہارے قریب آ گیا ہے جیسے تمہارے کمرہ میں اگر آگ جل رہی ہو تو یہ ہو نہیں سکتا کہ تم اس آگ کے وجود سے انکار کر سکو۔ کیونکہ اس کی گرمی تمہیں محسوس ہونے لگتی ہے۔ اسی طرح اگر تم یقین رکھو کہ تمہارے لئے لا انتہا ترقیات کے دروازے کھلے ہیں اور تمہارا خدا بخیل نہیں تو یقیناً اس کا قرب تمہیں محسوس ہی نہیں ہوگا بلکہ تم اپنی روحانی آنکھوں سے اس کو دیکھنا شروع کر دو گے۔ میرے اس جواب کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ وہ نماز کے بعد کئی گھنٹے تک مسجد میں بیٹھا رہا اور اس نے کہا مجھے اپنی ساری زندگی میں آج پہلی دفعہ یہ محسوس ہوا ہے کہ میرے لئے بھی

ترقی کا راستہ

کھلا ہے اور مجھے جو روحانی سرور اس سے حاصل ہوا ہے وہ پہلے کبھی حاصل نہیں ہوا۔ اسی طرح تم بھی خدا تعالیٰ پر سچا ایمان پیدا کرو اور اس کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کرو۔ یہ مت خیال کرو کہ اس کے تمام انعامات رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئے ہیں یا مسیح موعودؑ پر ختم ہو گئے ہیں۔ یا مجھ پر ختم ہو گئے ہیں۔ اس کے انعامات کے دروازے تم سب کے لئے کھلے ہیں۔ اگر تم ان دروازوں میں داخل ہو کر اس کے انعامات کو حاصل نہیں کرتے تو تم سے زیادہ بدقسمت اور کوئی نہیں۔ لیکن اگر تم کوشش کرتے رہو اور اس کے انعامات پر یقین رکھو تو تم وہی کچھ حاصل کر سکتے ہو جو سید عبدالقادر صاحب جیلانیؒ اور شبلیؒ اور معین الدین صاحب چشتیؒ نے حاصل کیا۔ تمہارا

خدا بخیل نہیں

اور نہ اس کی جیب میں کمی ہے۔ اس کی جیب میں سارے درجے پڑے ہوئے ہیں۔ اگر تم یقین اور ایمان کے ساتھ اس کی طرف بڑھو تو وہ معین الدین صاحب چشتیؒ والا انعام اپنی جیب سے نکالے گا اور تمہاری جیب میں ڈال دے گا۔ وہ محی الدین صاحب ابن عربیؒ والا انعام اپنی جیب سے نکالے گا اور تمہاری جیب میں ڈال دے گا۔ وہ ولی اللہ شاہ صاحب دہلویؒ والا انعام نکالے گا اور تمہاری جیب میں ڈال دیگا۔

تاجروں اور صناعوں کیلئے مرکز میں کام کرنیکا نادر موقعہ

ربوہ میں صنعتوں وغیرہ کے متعلق پہلے یہ طریق تھا کہ صدر انجمن احمدیہ کوشش کرتی تھی کہ ان صنعتوں میں اپنا حصہ رکھے۔ لیکن اب اگر مخلص احمدی صناع یہاں کوئی صنعت شروع کرنا چاہیں تو ان کو اس کی اجازت دی جائے گی۔ بشرطیکہ وہ اپنی صنعت میں نیک آدمی بطور ریبر لگائیں جو اچھے شہری ہوں۔

اس سلسلہ میں صدر انجمن احمدیہ مناسب سہولتیں بھی بہم پہنچائے گی مثلاً کارخانہ کی عمارت وغیرہ کے لئے زمین ربوہ کی قیمتوں کے لحاظ سے نسبتاً سستے داموں دے گی۔

خواہشمند احباب جلد درخواستیں بھجوائیں بلکہ مخلص احباب کا فرض ہے کہ وہ اس طرف فوری توجہ کریں تاکہ ربوہ کی آبادی کی صورت پیدا ہو۔ خصوصاً کپڑا بننے والے لوگ اور مستری جو لیتھوں (Lathe) وغیرہ کا کام کرنے ہیں جلد توجہ کریں۔ یہ ثواب کا ثواب ہے اور فائدہ کا فائدہ۔ قادیان میں جن لوگوں نے کارخانے جاری کئے تھے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے بہت کچھ فائدہ اٹھایا تھا۔

(قائمقام ناظر امور عامہ ربوہ)

جماعتہائے ضلع گوجرانوالہ کی توجہ کے لئے

سیلاب زدگان کی امداد کیلئے دل کھول کر اشیائے خوردنی اور پارچات فراہم کیجئے!

موجودہ سیلاب عظیم کی تباہ کاریوں سے آپ کو اطلاع مل گئی ہوگی۔ یہ سیلاب کس قدر تباہ کن ہے اور اس سے پنجاب کا کس قدر علاقہ تباہ و برباد ہو گیا ہے۔ اس کے تصور سے ہی انسان کانپ جاتا ہے ہزاروں افراد نے جانیں ہاتھ دھو دیئے اور سیلاب کی نذر ہو گئے۔ ہزاروں نے ٹیلوں۔ درختوں اور اونچی جگہوں پہ پناہ لی۔ یہ زندہ بچنے والے مال۔ مویشی۔ خوراک اور کپڑوں سے بالکل تہی ہیں۔ موسم سرما شروع ہو رہا ہے۔ آسمان کی کھلی چھت کے نیچے بغیر اوڑھنے بچھونے اور کپڑوں کے یہ لوگ ننھے ننھے بچوں اور عورتوں کے ساتھ کب تک رہ سکتے ہیں۔ سب سے زیادہ نقصان ضلع سیالکوٹ کے دیہات کو پہنچا ہے

میں ضلع گوجرانوالہ کی تمام جماعتوں سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ کے ضلع کو خدا تعالیٰ نے ان مصائب سے دوچار ہونے سے بہت حد تک امان دی ہے۔ دوسری طرف آپ کے بھائی آپ کی طرف نظریں اٹھائے منتظر ہیں کہ کب کوئی ہماری مدد کو پہنچے۔ اس لئے آپ لوگ جس قدر بھی زیادہ سے زیادہ قربانی کر سکیں کریں اور ان سیلاب زدگان کی ہر طرح مدد کریں۔

پریذیڈنٹ صاحبان ہر طرح کی مدد۔ خوراک یعنی آٹا۔ دالیں وغیرہ اور پارچات اپنی اپنی جماعتوں سے جمع فرما کر یا تو خود سیالکوٹ جماعت کے امیر صاحب کے حوالے کر دیں یا مجھے پہنچا دیں تاکہ انہیں جلد سے جلد مدد دی جا سکے۔ اس کار خیر میں دیر ہرگز نہ کریں۔ کیونکہ ان کی مدد کا یہی وقت ہے اس کے بعد مدد موثر نہ رہے گی۔

(میر محمد بخش ایڈووکیٹ امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع گوجرانوالہ)

درخواستہائے دعا

(۱) میری بھتیجی امۃ الشافی کا بازو کھیلتے ہوئے ٹوٹ گیا تھا۔ جسے کچھ عرصہ سے پلستر لگا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ چند یوم سے بعارضہ بخار بیمار ہو گئی ہے۔ جس سے کمزوری بہت بڑھ گئی ہے۔ بزرگان سلسلہ سے درخواست ہے کہ وہ اس بچی کی مکمل صحت یابی کے لئے اللہ تعالیٰ سے درد دل سے دعا فرمائیں۔

(اعجاز احمد رسالپور)

(۲) میری بچی مسرت سلطانہ عرصہ دو اڑھائی ماہ سے بخار اور ورم جگر سے بیمار ہے احباب جماعت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس بچی کو جلد از جلد صحت کاملہ عطا فرمائے آمین

(فضل حق احمدی چک ۲۰۳ R.B گٹی ضلع لائلپور)

مم

(۳) میرا لڑکا اور دو لڑکیاں بیمار ہیں درویشان قادیان اور صحابہ کرام اور احباب جماعت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

(عبدالرحمٰن ڈسکہ ضلع سیالکوٹ)

سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ
سردست ملتوی کر دیا گیا

سیلاب زدگان کی امداد کے سلسلہ میں چونکہ اراکین خدام الاحمدیہ مصروف ہیں۔ اسلئے سردست اجتماع ملتوی کر دیا گیا ہے۔ معین تاریخوں کا بعد میں اعلان کر دیا جائے گا۔

جملہ مجالس اپنے اپنے مقام پر سیلاب زدگان کی امداد کا کام پورے طور پر جاری رکھیں۔ جو مقامات سیلاب سے محفوظ رہے ہیں وہاں کے احباب کو شکرانہ کے طور پر مصیبت زدگان کی ہر طرح مدد کرنی چاہیئے مجالس پارچات اور نقدی جمع کر کے مرکز میں بھجوا دیں۔ تا مستحق لوگوں میں جلد از جلد تقسیم کی جا سکے۔

(نائب صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

مجلس انصار اللہ کا سالانہ اجلاس ملتوی کیا جاتا ہے

جیسا کہ نائب صدر محترم مرکزیہ انصار اللہ کی طرف سے ۱۹ اکتوبر ۵۵ء کے اخبار الفضل میں اعلان شائع ہو چکا ہے کہ تمام مجالس انصار اللہ جہاں تک ممکن ہو سیلاب زدگان کی امداد کریں۔ مغربی پاکستان کا ایک وسیع رقبہ سیلاب کی لپیٹ میں آگیا ہے اور ہمارے لاکھوں بھائی سیلاب کی مصیبت سے متاثر ہوئے ہیں۔ پس ہمدردی مخلوق کا تقاضا ہے کہ خود تکلیف اٹھا کر بھی ہم اپنے بھائیوں کی تکلیف دور کرنے کی کوشش کریں۔ ان حالات کے پیش نظر یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ سالانہ اجتماع کو ملتوی کیا جائے۔ تاکہ ریلیف کے کام میں کوئی روکاوٹ پیدا نہ ہو۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ تمام مجلس انصار اللہ ہر قسم کی قربانی کرتے ہوئے ہمدردی مخلوق کا قابل رشک نمونہ پیش کریں گے!

اس ضمن میں مجالس انصار اللہ جو کچھ خدمات سرانجام دیں۔ زعماء صاحبان کو چاہیئے کہ مرکزیہ دفتر کو باخبر رکھنے کے لئے صدر دفتر مرکزیہ انصار اللہ کو رپورٹیں بھجواتے رہیں۔

نیز انصار اللہ کے اجتماع کے لئے جن جن نمائندوں نے ۲۸-۲۹-۳۰ اکتوبر ۵۵ء کو مرکز میں پہنچنا تھا۔ ان کو التواء جلسہ انصار اللہ کے متعلق مطلع کر دیں۔

انہیں اجتماع کا جو نیا وقت مقرر پائیگا اس کے متعلق بذریعہ اعلان اخبار الفضل اطلاع دے دی جائے گی۔

(قائد انصار اللہ مرکزیہ)